انسانی زندگی بنیادی ضروریات سے محروم، تلخ حقائق!

مظفر آباد (عابد صدیق)

ضلع پونچھ کے گاؤں چک (چیڑھ) سے تعلق رکھنے والا 37 سالہ حافظ زاہد گزشتہ 15 سالوں سے اخبارات بیچ کر اپنے کنبہ کی پرورش کر رہا ہے۔ دو بچوں کا باپ حافظ زاہد قرآن پاک حفظ کرنے کے باعث حافظ نہیں کہلاتا بلکہ جسطرح اس مُلک میں کسی کے حق پر ڈاکہ ڈالنے اور علاقے میں اپنا رعب جمانے والے کو کبھی کبھار علاقے کے لوگ ''حاجی صاحب'' کہتے ہیں اسی طرح بینائی سے محروم غریب اور لاچار افراد کو عام طور پر ''حافظ'' کہا جاتا ہے جو اس کے نام کا حصہ بن جاتا ہے۔ حافظ زاہد بھی اُن ہی لاچار افراد میں سے ایک ہے حافظ زاہد بینائی سے مکمل طور پر محروم نہیں لیکن وہ باقاعدہ کچھ دیکھ بھی نہیں سکتا صبح سویرے وہ 5 کلومیٹر کا سفر زیادہ تر پیدل طے کرتا ہے لیکن کبھی کبھار اُسے لفٹ مل جاتی ہے تب وہ شہر پہنچتا ہے۔ دن بھر مختلف اخبارات بیچ کر 100 سے 120 روپے تک کمانے والا اخبار فروش اخبار خریدنے والے کو اُسکی آواز اور اخبار کے کاغذ پر ہاتھ پھیر کر اسکی پہچان کرتا ہے جس میں وہ کبھی بھی دھوکا نہیں کھاتا۔ اتوار کو اُسکی کمائی باقی دنوں سے زیادہ ہوتی ہے کیوں کہ اُس دن اخبار کی قیمت زیادہ ہوتی ہے لیکن اس دن وہ اپنے 11 سالہ بچے کو بھی ساتھ رکھتا ہے، جو اُسکی قمیض کا پلو پکڑ کر ساتھ چلتا ہے۔ میں نے حافظ زاہد سے بچے کو ساتھ رکھنے کی وجہ پوچھی تو اُس نے بتایا کہ اس دن اخبار وزنی ہوتے ہیں، کچھ وہ بھی اٹھا لیتا ہے دوسرا اُسے اخبار فروخت کرنے کا تجربہ بھی ہوتا ہے، جو اُسے مستقبل میں کام آئے گا حافظ زاہد کے گھر اسکے بچوں اور بیوی کے علاوہ ایک بہن بھی رہتی ہے جو خود بھی معذور ہے۔ پورے گھر کا خرچہ یہی ایک فرد چلاتا ہے۔ اپنی زندگی کے گزرے واقعات اُسے روانی سے یاد ہیں اس نے بتایا کہ ''میں نے ساری زندگی اپنے لیے اور اپنی فیملی کے لیے کبھی نئے کپڑے نہیں خریدے اور نہ کبھی نیا جوتا خریدا بس کوئی دے دیتا تو پہن لیتے ہیں۔ میں نے ساری زندگی گوشت خرید کر نہیں کھایا ہر سال قربانی کا گوشت جی بھر کر کھاتے ہیں بہت ساری دالیں ایسی ہیں جن کے صرف مجھے نام کا علم ہے ذائقے کا پتہ نہیں۔ میرے گھر والوں نے بجلی 2 سال پہلے دیکھی جبکہ پڑوس میں 30 سال پہلے آ گئی تھی۔ محلے کے لوگ عام تقاریب میں ہمیں نظر انداز کرتے ہیں لیکن میں اپنے بچوں کو پڑھانا چاہتا ہوں جو دوسری اور تیسری کلاس میں پڑھتے ہیں بھیک مانگنے سے میں محنت مزدوری کو زیادہ اچھا سمجھتا ہوں لوگ ہمدردی کے طور پر بھی مجھ سے اخبار لیتے ہیں بچے مجھ سے بہت کچھ مانگتے ہیں لیکن پھر خود ہی بھول جاتے ہیں میں انہیں کچھ نہیں دے سکتا'' یہ حافظ زاہد کی ہی کہانی نہیں' چار لاکھ نوے ہزار آبادی والے اس ضلع پونچھ میں کئی حافظ زاہد ہیں جو بمشکل زندہ ہیں۔ عالمی بینک نے غربت کا جو پیمانہ مقرر کر رکھا ہے اس کے مطابق اگر کسی بھی کنبے کی یومیہ فی کس آمدنی ایک ڈالر سے کم ہو تو سمجھ لیں کہ وہ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہا ہے۔ آزاد کشمیر کے اکثریتی اضلاع میں اوسطً ایک کنبے میں سات سے آٹھ افراد آتے ہیں ان کی روزانہ آمدنی بھی سات سے آٹھ ڈالر یومیہ ہونی چاہیے تب وہ محض غربت کی لکیر کو کراس کر سکتے ہیں لیکن فی الوقت جو اعداد و شمار سامنے آ رہے ہیں وہ دل دہلا دینے والے ہیں۔ نیشنل رورل سپورٹ پروگرام (این آر ایس پی) ایک غیر سرکاری تنظیم ہے جو 1992 سے اس علاقے میں غربت کے خاتمے کے لیے کوشاں ہے۔ محمد حبیب اس تنظیم کے سنیئر سوشل آرگنائزر (ایس ایس او) ہیں ان کے مطابق این آر ایس پی نے رواں سال کے ابتدائی مہینوں میں بین الاقوامی معیار کا ایک سوالنامہ تیار کیا جس میں انسانی زندگی گزارنے کے معیار کو چھ اقسام میں تقسیم کر کے سروے کروایا گیا۔ جن چھ اقسام سے متعلق معلومات حاصل کی گئی ان میں لاچار، غریب ترین، غریب، متوسط، امیر اور امیر ترین شامل تھیں۔ سروے کا حتمی نتیجہ مرتب کرنے میں ابھی کچھ عرصہ درکار ہے لیکن اب تک جو نتائج سامنے آئے ان میں زیادہ تعداد تیسری کیٹگری یعنی غریب افراد کی ہے تاہم لاچار اور غریب ترین کنبوں کی نشاندہی بھی ہوئی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اگر یونین کونسل کی سطح پر غربت کے خاتمے کے لیے حکمت عملی سے کام لیا جائے تو تبدیلی آ سکتی ہے لیکن اس کے لیے ابھی کئی سال درکار ہوں گے۔ این آر اس پی کے اعداد و شمار کے مطابق ضلع بھر میں پندرہ لوکل سپورٹ آرگنائزیشنز (ایل ایس او) کام کرتی ہیں جن سے ان علاقوں میں غربت کم کرنے میں مدد ملی ہے۔ دھنک رورل سپورٹ آرگنائزیشن (ڈی آر ایس او) ان پندرہ ایل ایس او میں سے ایک ہے، ریحانہ بشیر اس تنظیم کی سیکرٹری مالیات ہیں وہ کہتی ہیں کہ ایل ایس او سے پہلے سی او یعنی کمیونٹی آرگنائزیشن پھر VDO یعنی ویلیج ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن بنتی ہے۔ VDO's اپنے چار نمائندے نامزد کرتی ہے تو LSO بنتی ہے جو یونین کونسل کی سطح پر کام کرتی ہے ان کا خیال ہے کہ غیر سرکاری تنظیمیں غربت کے خاتمے اور عوام کے معیار زندگی کو بہتر کرنے میں اپنا کردار ادا کر سکتی ہیں۔ ریحانہ بشیر کی سوچ اپنی جگہ لیکن کیا حکومتی سطح پر بھی غربت کے خاتمے کے لیے کوئی کوشش کی گئی یہی سوال میں نے زرعی یونیورسٹی کالج کے سنیئر پروفیسر ڈاکٹر محمد جمیل خان کے سامنے رکھا تو ان کا کہنا تھا کہ ''غربت دور کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ حکومتی پالیسیاں ہیں 15 سے 20 سال پہلے ہر کنبہ اپنے سالانہ اخراجات زرعی زمین سے پورے کرتا تھا، ایک جیسا معیار زندگی تھا صرف اس کنبے کی معاشی حالت اچھی نہ تھی جس کے پاس زمین نہیں تھی یا پھر وہ محنت نہیں کرتا تھا۔ ناقص حکومتی پالیسیوں کی وجہ سے حالات یکسر بدل گئے زرعی مشینری سے سبسڈی ختم کر دی گئی اور قیمتوں میں بے پناہ اضافہ کر دیا گیا جب کہ دوسری طرف کاشتکار جو پورا سال محنت کرتا ہے اُسے اپنی پیدا کردہ اشیاء کی فروخت کے لئے لوکل مارکیٹ دستیاب نہیں جس کی وجہ سے وہ مایوس ہو کر محنت کرنا چھوڑ دیتا ہے، اگر حکومت زرعی پالیسیوں کو بہتر کرے تو کافی حد تک غربت کو کم کرنے میں مدد مل سکتی ہے''۔ آزاد کشمیر میں خاندان کا سائز 7 یا اس سے زائد افراد پر مشتمل ہوتا ہے، جسے کم کرنا روایتی کلچر کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ اکثریتی خاندانوں میں صرف 1 یا 2 افراد برسرِ روزگار ہوتے ہیں اور اُن میں بھی خواتین کی شرح نہ ہونے کے برابر ہے یوں فی کس آمدنی میں کمی آ جانے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ 10 اضلاع اور 3 ڈویژن پر مشتمل یہ خطہ قدرتی وسائل سے مالا مال ہے لیکن اُس کا استعمال نہ ہونے کے برابر ہے آزاد کشمیر میں صنعتی یونٹ کے قیام پر توجہ نہ دی گئی، جس کے باعث پرائیویٹ سیکٹر میں روزگار کے مواقع میسر نہیں آ سکے جس سے بھی غربت میں اضافہ ہوا اور حکومت نے سرکاری محکمہ جات میں ضرورت سے زیادہ بھرتیاں کر کے قومی خزانے پر بوجھ ڈالا اور ترقیاتی بجٹ کی بجائے غیر ترقیاتی بجٹ بڑھتا رہا۔ ماہرین غربت کے خاتمے کے لئے مختلف تجاویز دیتے ہیں اُن میں ایک تجویز یہ بھی ہے کے بیرون مُلک مقیم کشمیریوں کے زرمبادلہ کے بدلے میں آزاد کشمیر میں کام کرنے والے بینک اگر غربت کے خاتمے کے لئے آسان شرائط پر قرضے دیں تو غربت کی شرح میں کمی آ سکتی ہے لیکن بینک ایسا کیوں نہیں کرتے، اُنکی پالیسی کیا ہے میں نے ذکیہ خان جو ایک کمرشل بینک کی منیجر ہیں اُن سے جاننے کی کوشش کی وہ کہتی ہیں ''اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی پالیسی سب بینکوں کے لئے ایک جیسی ہوتی ہے آزاد کشمیر کے کوئی علیحدہ پالیسی نہیں بنائی گئی، بینک تو قرضہ دینے کے لئے تیار ہیں لیکن سرمائے کے تحفظ کے لئے بطور گارنٹی ایسی کوئی چیز نہیں جو بینک اپنے پاس رکھ سکے حکومت اگر صنعتی زون پر توجہ دے تو یقیناً بینک بھی قرضہ دے سکیں گے''۔ مختلف اعداد و شمار اور حالات جاننے کے بعد یہ نتیجہ آسانی سے اخذ کیا جا سکتا ہے، کے حافظ زاہد یا اُس جیسے عام آدمی کی زندگی بدلنے کے لئے اقدامات نہیں کیے گئے۔ آزاد کشمیر پلاننگ اینڈ ڈیولپمینٹ کے محکمے کے مطابق آزد کشمیر میں تعلیم کی شرح 60% ہے۔ حکومت اگر غیر سرکاری تنظیموں سے مل کر موجودہ پالیسیوں میں اصلاحات لائے جن میں زراعت کے شعبہ میں بہتری لانا، زرعی مشینری پر سبسڈی بحال کر کے عام کاشتکار کی دسترس میں لانا، خواتین کو مردوں کے برابر کام کرنے کے مواقعے مہیا کرنا، چھوٹی صنعتیں لگانا، تعلیمی نصاب کو موجودہ دور سے ہم آہنگ کر کے تعلیمی اداروں میں سیاسی بھرتیوں کی بجائے میرٹ کو اپنانا اور حکومتی غیر ترقیاتی اخراجات کم کر کے غربت کے خاتمے کے لئے فنڈز قائم کر کے ہنر مند افراد کو اُن کے پاؤں پر کھڑا کرنا شامل ہیں۔ اگر ایسا ممکن ہو سکے تو یقیناً غربت میں بھی کمی آ سکتی ہے، اور ہر گھرانہ خوشحال ہو سکتا ہے۔